خطبہ جمعہ

نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے

یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کرسکتے تو کم از کم دعا ہی کرو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-
فرمودہ ۲۵ر فروری ۲۰۰۰ء بمطابق ۲۵ر تبلیغ ۱۳۷۹ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاعْبُدُوااللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ . اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ (سورة النساء:۳۷)

اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

اب یہ آیت کریمہ ایک ایسی آیت ہے جس میں احسان کی تعلیم اتنی وسیع دی گئی ہے کہ انسان اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ دنیا میں کسی مذہب میں، کسی الہامی کتاب میں، کسی صحیفے میں کوئی ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں ہے بلکہ ان کی ساری تعلیمات جو احسان کے متعلق ہیں ان کو بھی جمع کریں تو اس آیت میں احسان کی جو تفاصیل بیان کی گئی ہیں وہ ان آیات میں آپ کو نہیں مل سکیں گی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا جیسا دل تھا ویسی ہی آیات آپ پر نازل ہوا کرتی تھیں اور دراصل یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل ہی کا نقشہ ہے۔ اس ضمن میں کچھ احادیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں:۔

سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یقیناً دنیا کا مال ہرا بھرا میٹھا ہے اور اس مسلمان کے لئے اچھا ساتھی ہے جو اس میں سے یتیم اور مسکین اور مسافر کو دیتا ہے۔ اور وہ شخص جو مالِ ناحق لیتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا جاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور یہ مال اس کے خلاف قیامت کے روز گواہ ہوگا۔

ایک دوسری حدیث جو مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ عمرو بن شعیب اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے مگر ایک یتیم کا کفیل ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے زیر کفالت یتیم کے مال سے صرف اسی قدر کھاؤ جو نہ اسراف ہو، نہ ہی فضول خرچی ہو اور نہ ہی اس کے مال سے اپنا ذاتی مال بڑھاؤ۔ اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ اس کے مال سے اپنا مال بچاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶۔ مطبوعہ بیروت)

اب یہ حدیث کچھ تشریح طلب ہے اس پہلو سے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور ایک یتیم کا کفیل تھا۔ ایک یتیم اس کے حصہ میں آیا ہوا تھا۔ اس یتیم کے پاس کچھ مال تھا۔ تو آنحضور ﷺ نے اسے نصیحت فرمائی کہ جب تک تم اس یتیم کی کفالت اچھے طریقے سے کرتے ہو اور اس کے مال کو تجارت وغیرہ پر لگاتے ہو۔ اس میں سے کچھ بے شک اپنے لئے بھی نکال لو مگر اسراف نہیں کرنا۔ جو غریبانہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے اسی قدر مال اس یتیم کے مال میں سے لے کر استعمال کر لیا کرو۔ فضول خرچی نہیں کرنی، اسراف نہیں کرنا اور نہ ہی اس کے مال سے اپنا ذاتی مال بڑھاؤ۔ یعنی اس کے مال کی تجارت سے اس خیال سے کہ میں کام کر رہا ہوں اس کی زائد اجرت وصول کر کے اپنے پیسے نہ بناؤ۔ بعض لوگ دل کو تسلی دینے کے لئے یہ بہانہ بنا لیتے ہیں کہ ہم اس کے نگران ہیں، ہم نے اتنی اچھی تجارت کی ہے تو ہمارا حق ہے کہ اس میں سے کچھ زائد بھی لیں۔ فرمایا یہ نہیں کرنا اور اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ اس کے مال سے اپنا مال بچاؤ۔ اب ایک اور پہلو یہ ہے کہ خاص طور پر اس کے مال سے اپنا مال کیسے بچائے۔ مراد یہ ہے کہ بعض دفعہ خطرناک جگہوں پر جہاں امکان ہوتا ہے پیسہ ڈوب جانے کا بھی اور بہت زیادہ منافع کا بھی وہاں روپیہ لگایا جاتا ہے اور ایسے موقعہ پر اس یتیم کا پیسہ نہ جھونکو۔ اور اگر تمہارے پاس توفیق ہے اپنا مال لگانے کی تو ساتھ لگا دو تا کہ پھر یہ اعتراض نہ ہو سکے کہ تم نے ایک یتیم کے مال سے کھیلا اور اپنا مال بچا لیا۔ یہ طریق ہم نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ہمیشہ دیکھا ہے کہ جب بھی وہ جماعت کے کسی کام میں Invest کیا کرتے تھے تو اپنا ذاتی Capital اس میں ضرور لگاتے تھے۔ ساری سندھ کی زمینوں میں اور دوسری جگہوں پر آپ کا یہی دستور رہا ہے اور اس وقت لوگ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ یہ کیا قصہ ہے کہ اتنا مال کیوں لگاتے ہیں حالانکہ قرآن کریم کی بنیادی نصیحتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر تم کسی جگہ اچھا مال دیکھو، اب یتیم تو نہیں ہے جماعت لیکن اس کے نگران تو تھے اور جماعت کے مال سے کھیلنا اور اپنا مال بچا لینا یہ جائز نہیں تھا۔ اس لئے وہیں انویسٹ (Invest) کیا اپنے مال کو جہاں جماعت کے مال کو Invest کیا اور اللہ تعالیٰ نے دونوں میں بہت برکت ڈالی اور وہی برکت تھی جو آج تک آپ کی اولاد کے بھی کام آرہی ہے۔

ایک حدیث ہے سنن ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ سے۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرا اپنے خاوند اور زیر کفالت یتیموں پر خرچ کرنا میری طرف سے صدقہ شمار ہوگا؟ بعض امیر عورتوں کا نکاح نسبتاً غریب مردوں سے ہو جاتا ہے تو اگر ایسا ہی خاوند ہو کسی بیوی کا تو اس پر جو وہ مال خرچ کرتی ہے اس کا خاندانی معاملہ ہے اور پھر زیر کفالت یتیموں پر بھی کچھ خرچ کرتی ہے۔ تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ صدقہ شمار ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس خاتون کو دوہرا اجر ملے گا۔ ایک صدقہ کا اور دوسرا قرابت داری کا۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الزکوٰة۔ باب الصدقة علی ذی قرابة)

یہ ایک روایت مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ مالک بن حارث اپنے خاندان کے ایک شخص کی روایت بیان کرتے ہیں کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مسلمان والدین کے یتیم بچے کو اپنے کھانے پینے میں شامل کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ امداد کا محتاج نہ رہے تو اس کے لئے جنت یقینی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۴۴ مطبوعه بیروت)

ایک روایت مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے جس میں حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے یتیم بچے یا بچی کے سر پر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر دست شفقت پھیرا، اُس کے لئے ہر بال کے عوض جس پر اس کا مشفق ہاتھ پھرے نیکیاں شمار ہوں گی۔

اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لیں ظاہری طور پر جو لیا جا سکتا ہے کہ وہ سر ننگا کر کے اس کے سارے بالوں پر آخر تک ہاتھ پھیرے تا کہ زیادہ نیکیاں شمار ہوں۔ ہرگز یہ ظاہری مطلب مراد نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھنا ہی اس کے لئے اتنی نیکیوں کا موجب بنے گا کہ

گویااس کے سارے سر پر جتنے بال ہیں اتنے بال جو گنے نہیں جا سکتے اتنی ہی اللہ کی طرف سے جزا بھی گنی نہ جا سکے گی۔ یتیموں کا اللہ تعالیٰ کو اتنا خیال ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا بہت ہی ضروری ہے۔

پھر فرمایا: اور جس شخص نے اپنے زیرِ کفالت یتیم بچے یا بچی سے احسان کا معاملہ کیا، وہ اور مَیں جنت میں یوں ہوں گے۔ اس پر حضورؐ نے اپنی دو انگلیاں یوں آپس میں ملائیں کہ جس طرح یہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں اس طرح میں ان کے ساتھ ہونگا۔

سنن ابن ماجہ کِتَابُ الاَدَبِ بَابُ حَقِّ الیَتِیْمِ میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے عمدہ سلوک کیا جارہا ہو۔ اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جائے۔

ایک بہت ہی پیاری حدیث، ساری حدیثیں ہی پیاری ہیں لیکن اس میں ایک خاص حکمت کی بات ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ جو مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس شعر کی مثال دی جب کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی فیصلہ فرمارہے تھے۔ حضرت ابوبکر نہایت ہی عمدہ فیصلے فرماتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کسی یتیم کے حق میں وہ فیصلہ تھا جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عش عش کر اٹھیں اور ایک بہت ہی پیارا شعر پڑھا۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ☆ رَبِيْعُ اليَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

کہ وہ سفید نورانی چہرہ جس کا واسطہ دے کر بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے یتیموں کے لئے موسم بہار اور بیواؤں کی عزت کا محافظ ہے۔ یہ شعر جب آپؓ نے پڑھا تو پتہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا فرمایا؟ کہا بخدا ان صفات کے حامل تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ کسی کو غیر معمولی فضیلت والی حدیث ہے کہ حضرت عائشہ جس پیار سے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ رہی تھیں حضرت ابوبکر اسی پیار سے ہمیشہ آنحضرت ﷺ کو دیکھتے رہے۔

ایک روایت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یتیموں کے اموال کو تجارت میں لگاؤ تاکہ زکوٰۃ انہیں ختم نہ کردے۔

(موطا امام مالک۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب زکوٰۃ اموال الیتامی والتجارة لهم فيها)

یتیموں کے مال میں بھی زکوٰۃ تو بہر حال ہوگی۔ اگر اچھے یتیم ہوں، کھاتے پیتے والدین کے بچے تو ان کے اموال پر زکوٰۃ تو بہر حال لگتی ہے اور لگے گی۔ تو اس لئے تجارت پر لگاؤ تاکہ یہ نہ ہو کہ زکوٰۃ لگتی رہے وہ کم ہوتے رہیں اور جب وہ بالغ ہوں تو اس وقت تک قریباً بہت گھٹ چکے ہوں۔ تو اس لئے اس نیت سے اگر تم کام کروگے تو اللہ تعالیٰ بہت برکت دے گا ان کے اموال میں بھی اور تمہارے اموال میں بھی۔ یعنی یہ جو میں نے فقرہ کہا ہے یہ اپنی طرف سے اس کا مفہوم بیان کیا ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ میں نہیں ہے۔

اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات انہی امور سے متعلق بیان کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرضِ مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی اور حقیقی محبت قائم کی جاوے اور بنی نوع انسان اور اِخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص رنگ پیدا کیا جاوے، جب تک یہ باتیں نہ ہوں تمام امور صرف رسمی ہونگے"۔ (ملفوظات جلد دوم طبع جدید صفحہ ۶۷)

پھر فرماتے ہیں:

"سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ گویا خدا تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے بندہ کو حصہ لینا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص عمدہ حالت میں ہے تو اس کو اپنی نوع کے ساتھ ہر قسم کی ممکن ہمدردی سے پیش آنا چاہئے۔ اگر دوسرا شخص جو اس کا رشتہ دار ہے یا عزیز ہے خواہ کوئی ہے اس سے بیزاری نہ ظاہر کی جاوے اور اجنبی کی طرح اس سے پیش نہ آئیں بلکہ ان حقوق کی پروا کریں جو اس کے تم پر ہیں"۔

"اجنبی کی طرح پیش نہ آویں 'اس کا خدا سے کیا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سارے برابر حصہ لے رہے ہیں۔ کفار بھی، مشرکین بھی، ان کا انکار کرنے والے بھی۔ دنیا کا کونسا خطہ ہے جہاں ربوبیت کے کرشمے ظاہر نہیں ہورہے جن سے سب بنی نوع انسان فائدہ اٹھارہے ہیں۔ تو فرمایا اپنے اندر ایسی ربوبیت پیدا کرو جیسی اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے خواہ وہ اپنا قریبی ہو یعنی نیک اور پیارا بندہ ہو خواہ غیر ہوں۔ "اس کو ایک شخص کے ساتھ قرابت ہے اور اس کا کوئی حق ہے تو اس کو پورا کرنا چاہئے"۔ (ملفوظات جلد دوم طبع جدید صفحہ ۲۶۲)

بنی نوع انسان کی ہمدردی خصوصاً اپنے بھائیوں کی ہمدردی اور حمایت پر نصیحت فرماتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ:

"میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب نماز پڑھا رہے ہوتے تھے تو ایک بچے کے بلکنے کی آواز سے ہی آپ کے دل پر ایسی چوٹ لگتی تھی کہ بہت جلدی نماز ختم کردیا کرتے تھے تاکہ اس بچے کی طرف اس کی ماں متوجہ ہوسکے۔

فرماتے ہیں: "میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں۔ اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کرسکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو در کنار میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لااُبالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جارہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے"۔ وہ پٹواری کوئی غیر تھا جو حضور کو جگہیں دکھانے اور زمین کی پیمائش وغیرہ کی غرض سے آگے آگے جارہا تھا۔ "راستہ میں ایک بڑھیا کوئی ۷۰، ۷۵ برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا"۔ یعنی پٹواری کو دیا۔ "مگر اس نے اسے جھڑکیاں دے کر ہٹادیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھادیا۔ اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے محروم رہا"۔

(ملفوظات جلد چہارم طبع جدید صفحہ ۸۲، ۸۳)

پھر چشمہ معرفت میں ہے:

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدین کے حق کو تاکید کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے اور ایسا ہی اولاد کے حقوق بلکہ تمام اقارب کے حقوق ذکر فرمائے ہیں اور مساکین اور یتیموں کو بھی فراموش نہیں کیا بلکہ ان حیوانات کا حق بھی انسانی مال میں ٹھہرایا ہے جو کسی انسان کے قبضہ میں ہوں"۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۱۴)

پھر اسی آیت کی تشریح میں جس کی میں نے تلاوت کی تھی یعنی سورۃ النساء آیت ۳۷، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قرآن شریف نے جس قدر والدین اور اولاد اور دیگر اقارب اور مساکین کے حقوق بیان کئے ہیں میں نہیں خیال کرتا کہ وہ حقوق کسی اور کتاب میں لکھے گئے ہوں"۔ یعنی کسی ایک کتاب کی ایک آیت نہیں بلکہ ساری کتاب میں ہی کسی میں لکھے گئے ہوں اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ آیت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"تم خدا کی پرستش کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو مت شریک ٹھیراؤ اور اپنے ماں باپ سے احسان کرو اور اُن سے بھی احسان کرو جو تمہارے قرابتی ہیں (اس فقرہ میں اولاد اور بھائی اور قریب اور دور کے تمام رشتہ دار آگئے) اور پھر فرمایا کہ یتیموں کے ساتھ بھی احسان کرو اور مسکینوں کے ساتھ بھی اور جو ایسے ہمسایہ ہوں جو قرابت والے بھی ہوں اور ایسے ہمسایہ ہوں جو محض اجنبی ہوں اور ایسے رفیق بھی جو کسی کام میں شریک ہوں یا کسی سفر میں شریک ہوں یا نماز میں شریک ہوں یا علم دین حاصل کرنے میں شریک ہوں اور وہ لوگ جو مسافر ہیں اور وہ تمام جاندار جو تمہارے قبضہ میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو۔ خدا ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا اور شیخی مارنے والا ہو جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا"۔ (چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳۔ صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹)

ہمسائیگی کے حقوق کے متعلق عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں کہ اپنے ہمسائے کا خیال کرو۔ یہ تو ضروری ہے۔ بہت اچھی تعلیم مگر بہت وسیع تعلیم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے ہمسایوں کا بھی ذکر کیا ہے جو بالکل اجنبی ہوں اور ایسے ہمسایوں کا بھی جو دور دور تک آگے چلتے ہوں۔ یہاں ہمسائیگی کے تصور میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ہمسائیگی کے تعلق میں چالیس چالیس کوس تک کے وہ سارے آجاتے ہیں جو ہمسایہ در ہمسایہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے معاشرے میں ہر طرف نظر ڈالا کرو۔ اور وہ جن کا ہمسائیگی کا حق چالیس کوس پر جا کر بنتا ہے اگر وہ بھی ضرور تمند ہیں تو اسی ہمسائیگی کے حق والی آیت کے تابع ان کی خدمت کرو گے تو تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔ پس قرآن کریم کی تعلیم بہت ہی زیادہ وسیع ہے جس کی کوئی مثال کسی کتاب میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

پھر اسی آیت کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے گفتگو فرما رہے ہیں:

"اگر کوئی ایسا تم میں مالدار ہو جو صحیح العقل نہ ہو مثلاً یتیم یا نابالغ ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ اپنی حماقت سے اپنے مال کو ضائع کر دے گا تو تم (بطور کورٹ آف وارڈس کے) وہ تمام مال اس کا متکفل کے طور پر اپنے قبضہ میں لے لو اور وہ تمام مال جس پر سلسلہ تجارت اور معیشت کا چلتا ہے ان بیوقوفوں کے حوالہ مت کرو اور اس مال میں سے بقدر ضرورت ان کے کھانے اور پہننے کے لیے دیدیا کرو اور ان کو اچھی باتیں قول معروف کی کہتے رہو یعنی ایسی باتیں جن سے ان کی عقل اور تمیز بڑھے اور ایک طور سے ان کے مناسب حال ان کی تربیت ہو جائے اور جاہل اور ناتجربہ کار نہ رہیں"۔ تو یہاں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی ایک تشریح ملتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو صلاحیتیں بھی تمہیں عطا فرمائی ہیں وہ صلاحیتیں بھی ان لوگوں کے حق میں خرچ کرو۔ "اگر وہ تاجر کے بیٹے ہیں تو تجارت کے طریقے ان کو سکھلاؤ اور اگر کوئی اور پیشہ رکھتے ہوں تو اس پیشہ کے مناسب حال اُن کو پختہ کردو"۔ اب ضروری نہیں کہ وہ شخص جو متکفل ہو وہ تجارت جانتا ہو یا وہ شخص جو متکفل ہو وہ پیشوں کے کام جانتا ہو۔ ایک عام زمیندار بھی تو ہو سکتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو یا تو ایسے پیشہ ور کو ملازم رکھنا ہوگا یا ان پیشوں کی خود سوجھ بوجھ حاصل کرنی ہوگی۔ صرف اس یتیم بچے کی خاطر تاکہ اس کو بتایا جائے کہ تمہارے باپ کا کیا پیشہ تھا اور تمہیں کس طرح اس میں مہارت حاصل کرنی چاہئے۔ "غرض ساتھ ساتھ ان کو تعلیم دیتے جاؤ۔ اور اپنی تعلیم کا وقتاً فوقتاً امتحان بھی کرتے جاؤ کہ جو کچھ تم نے سکھلایا انہوں نے سمجھا بھی ہے یا نہیں۔ پھر جب نکاح کے لائق ہو جائیں یعنی عمر قریباً اٹھارہ برس تک پہنچ جائے اور تم دیکھو کہ ان میں اپنے مال کے انتظام کی عقل پیدا ہو گئی ہے تو ان کا مال ان کے حوالہ کرو۔ اور فضول خرچی کے طور پر ان کا مال خرچ نہ کرو اور نہ اس خوف سے جلدی کر کے کہ اگر یہ بڑے ہو جائیں گے تو اپنا مال لے لیں گے ان کے مال کا نقصان کرو۔ جو شخص دولتمند ہو اس کو نہیں چاہئے کہ ان کے مال میں سے کچھ حق الخدمت لیوے۔ لیکن ایک محتاج بطور معروف لے سکتا ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۲)

پھر فرماتے ہیں:

"قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ پر عمل بھی کر اور دوسروں کو بھی کہتا رہ کہ وہ ایسا کریں اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کے لئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیت بھی کر"۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹۔ صفحہ ۲۹)۔ وَتَوَاصَوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَو بِالصَّبْرِ یہ اس کی تشریح ہے۔

پھر فرمایا:

"تواضع اور مسکنت عمدہ شے ہے جو شخص باوجود محتاج ہونے کے تکبر کرتا ہے، وہ کبھی مراد کو نہیں پا سکتا۔ اس کو چاہئے کہ عاجزی اختیار کرے"۔ (ملفوظات جلد پنجم، طبع جدید۔ صفحہ ۲۲۰)

یہاں ایک باریک نکتہ بیان فرمایا ہے کہ 'جو شخص باوجود محتاج ہونے کے تکبر کرتا ہے' امیر اور جس کو بہت کچھ حاصل ہو اس کے پاس تو کوئی وجہ تکبر موجود ہے یعنی اپنی امارت کے دھوکہ میں متکبر ہو سکتا ہے لیکن بعض غریب بھی بڑے متکبر ہوتے ہیں اور ڈنڈے کے زور سے مانگنا چاہتے ہیں۔ یہ نہایت ہی بیہودہ حالت ہے۔ ہم نے ایسے غرباء دیکھے ہیں جو متکبر بھی تھے اور فقیر بھی تھے۔ مانگتے تو تھے مگر اپنے تکبر کو بھی نہ جانے دیا۔ تو یہ تکبر ان کے اندر بہت ہی برا نظر آتا ہے۔ اس لئے فرمایا ایسا شخص اپنی کسی مراد کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کو چاہئے کہ عاجزی اختیار کرے۔ اگر وہ عاجزی اختیار کرے گا تو یہ اس کی غربت اور دیگر سب مسائل کا حل ہوگا۔

پھر ملفوظات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف یہ عبارت بھی منسوب ہے کہ:

"میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں"۔

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہے اس لئے کہا ہے کہ ملفوظات میں کئی جگہ میں نے دیکھا ہے کہ سننے والا بعض دفعہ غلط سمجھ جاتا ہے اور اس غلط سمجھنے کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اس حصہ کو پھیرنا جائز نہیں۔ اسی لئے میں نے یہ کہا ورنہ عبارت جو ہے یہ تو ظاہر بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہی ہونگے یا مفہوم آپ ہی کا ہے۔

"میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہے تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبرگیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبرگیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربہ زیادہ کر لو تاکہ اسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں، لیکن اس کی کچھ پروا نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہے بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سَو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں"۔ (ملفوظات جلد ۴ طبع جدید صفحہ ۲۱۵)

یعنی ہمسائیگی کی یہ تعلیم جو ہے میں نے چالیس کہا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ سَو کوس تک یہ ضرورت پھیلتی ہے اور امر واقعہ ہے کہ جماعت کی خدا تعالیٰ نے ایسی اچھی تربیت کی ہے کہ اب سَو کوس کیا ہزاروں میل کے فاصلہ پر بھی وہی حقوق ادا کر رہے ہیں جیسے ہمسائیگی کے حقوق ہوں۔ چنانچہ مختلف ممالک میں یتیم غریب، بچے، مسکین، ایسے ہیں جو دور بیٹھے احمدیوں کی قربانیوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مثلاً سیرالیون میں جو گزر رہی ہے، جو دکھ لوگ سہہ رہے ہیں ان میں ان کے دکھ دور کرنے میں انگلستان کی جماعت بھی شریک ہے اور جرمنی کی جماعت بھی اور پاکستان کی جماعتیں بھی اور مختلف ملکوں سے ایسی رقمیں آتی رہتی ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ جہاں جس ملک میں بھی غریب لوگ ہوں، ضرورتمند ہوں ان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے خرچ کی جائیں۔

پھر ملفوظات میں یہ عبارت بھی درج ہے:

"میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خُلق کرنا بھی ایک موت ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے"۔ (ملفوظات، جلد ۵، طبع جدید، صفحہ ۶۹)

پھر ملفوظات میں ہے:

"یہ دن جو ابتلا کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں۔ ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے"۔ پس جماعت کے لئے وہ دن جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاٹے وہی دن آج بھی ہیں اور جماعت اسی طرح کمزوری کی حالت میں دوسروں کے رحم و کرم پر ہے جن کے اندر کوئی رحم نہیں ہے۔ پس آپ فرماتے ہیں: "یہ دن جو ابتلا کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں۔ ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ دیکھو ایک دوسروں کا شکوہ کرنا، دلآزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں سے ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر، غریب، بچے، جوان، بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں، کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جُدا جُدا ہوں۔ مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں"۔ (ملفوظات، جلد ۲، طبع جدید، صفحہ ۲۶۵)

پھر ملفوظات ہی سے یہ تحریر بھی لی گئی ہے:

"اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے جو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے۔ جو شخص نوعِ انسان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس

کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک کام کرتا ہے اور اپنے ضعیف بھائی کی ہمدردی کرتا ہے تو اس اخلاص سے اس کا ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نمائش اور نمود کے لئے جو اخلاق برتے جائیں وہ اخلاق خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتے اور ان میں اخلاص کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس طرح پر تو بہت سے لوگ سرائیں وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ ان کی اصل غرض شہرت ہوتی ہے اور اگر انسان خدا تعالیٰ کے لئے کوئی فعل کرے تو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا اور اس کا بدلہ دیتا ہے۔

پس مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے دُور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک انسان ہے جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروّت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے"۔ (ملفوظات، جلد ۴، طبع جدید، صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ یہ عبارت جو پڑھ کر سنانے لگا ہوں یہ بھی ملفوظات ہی سے لی گئی ہے:۔

"مومن کی یہ شرط ہے کہ اس میں تکبر نہ ہو بلکہ انکسار، عاجزی، فروتنی اس میں پائی جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے ماموروں کا خاصہ ہوتا ہے۔ ان میں حد درجہ کی فروتنی اور انکسار ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ میں یہ وصف تھا۔ آپؐ کے ایک خادم سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ آپؐ کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا سچ تو یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ میری خدمت کرتے ہیں۔ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ)

یہ ہے نمونہ اعلیٰ اخلاق اور فروتنی کا۔ اور یہ بات بھی سچ ہے کہ زیادہ تر عزیزوں میں خدام ہوتے ہیں جو ہر وقت گرد و پیش حاضر رہتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی کے انکسار و فروتنی اور تحمّل و برداشت کا نمونہ دیکھنا ہو تو ان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ بعض مرد یا عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خدمت گار سے ذرا کوئی کام بگڑا۔ مثلاً چائے میں نقص ہوا تو جھٹ گالیاں دینی شروع کر دیں یا تازیانہ لے کر مارنا شروع کر دیا اور ذرا شوربے میں نمک زیادہ ہو گیا۔ بس بیچارے خدمت گاروں پر آفت آئی"۔

(ملفوظات جلد ۴، طبع جدید، صفحہ ۴۳۷، ۴۳۸)

"غرض نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کی حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔ اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں"۔

(ملفوظات، جلد ۴، طبع جدید، صفحہ ۴۳۸، ۴۳۹)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارات مضمون کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔ اور ایک ہی مضمون بار بار مختلف پہلوؤں سے بیان کیا جا رہا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تکرار ہو رہی ہے کیونکہ بعض تکرار ایسی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں فرمایا فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى۔ نصیحت کرتا چلا جا۔ زور سے نصیحت کر کیونکہ نصیحت سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ اس لئے آج اگر کسی کے دل کا دروازہ نہیں کھلا تو کل اس کے دل کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نصیحت کا انداز ایسا پیارا ہے کہ اگر جماعت اسے اختیار کرے سارے اپنے بھائیوں میں اس بات کو جاری کریں اسی قسم کی نصیحت کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی بہت اعلیٰ تربیت ہو سکتی ہے۔

اب ایک اقتباس کے بعد میں چھوڑتا ہوں کیونکہ مین دیکھ رہا ہوں کہ وقت کم ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ اقتباس اب آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

"حقیقی نیکی کرنے والوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا کی محبت کے لئے وہ کھانے جو آپ پسند کرتے ہیں۔ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہین اور کہتے ہیں کہ ہم تم پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ کام صرف اس بات کے لئے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اس کے منہ کے لئے خدمت کرتے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکر کرتے پھرو۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایصال خیر کی تیسری قسم جو محض ہمدردی کے جوش سے ہے وہ طریق بجالاتے ہیں۔ سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضاجوئی کے لئے اپنے قریبیوں کی اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور نیز اس مال میں سے یتیموں کے تعہد اور ان کی پرورش اور تعلیم وغیرہ پر خرچ کرتے رہتے ہیں اور ان مالوں کو غلاموں کے آزاد کرانے کے لئے اور قرض داروں کو سبکدوش کرنے کے لئے ہی دیتے ہیں اور اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ تنگ دلی کی عادت رکھتے ہیں"۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا: یہ اقتباس چونکہ لمبا ہے اب میں اسی پر خطبہ کو ختم کر رہا ہوں اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نوٹ کر لیں جہاں یہ اقتباس ختم ہوا ہے، اس سے آگے پھر باقی حصہ بھی چلے گا انشاءاللہ۔